خزانے کی تلاش

پراسرار غار میں چمکنے والے پھول

علامہ دانش

urdukutabkhanapk.blogspot

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علامہ دانش کے سفر نامے

پراسرار غار میں

چمکنے والے پھول

خزانے کی تلاش

urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علامہ دانش کے سفر نامے

پراسرار غار میں

(ماہنامہ ہمدرد نونہال، اگست ۱۹۸۷ ء سے لیا گیا)

چمکنے والے پھول

(ماہنامہ ہمدرد نونہال، اکتوبر ۱۹۸۷ ء سے لیا گیا)

خزانے کی تلاش

(ماہنامہ ہمدرد نونہال، مارچ ۱۹۸۸ ء سے لیا گیا)

(معراج)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترتیب: عُزیر احمد بلوچ

پراسرار غار میں

معراج

ہم نے علامہ دانش کے ساتھ بہت سے سفر کئے۔ ہر دفعہ ہم کوئی نہ کوئی بات دریافت کرکے واپس لوٹے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ہم کسی خبر کی تصدیق کے لئے اس جگہ پہنچے تو بات کچھ اور ہی نکلی۔

ایک دن علامہ نے اطلاع دی کہ ہمیں بورینو چلنا ہے۔

کپتان مرشد نے پوچھا، "کس لئے؟"

علامہ نے اپنے بیگ سے ایک اخبار کا تراشہ نکالا۔ اس میں کسی صاحب نے جن کا نام رضوان شومیر تھا، ایک مضمون لکھا تھا۔ یہ ملایا میں کاشت کار تھے اور دریائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لی لانگ کے ساتھ ساتھ ان کا ربر کا فارم پھیلا ہوا تھا۔ مضمون میں لکھا تھا کہ ایک قریبی پہاڑ میں ایک غار ہے۔ ایسا غار دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔ اس غار میں موجود ہر چیز سفید ہے، بالکل دودھیا سفید رنگ کی۔ یعنی جو چمگادڑیں غار میں رہتی ہیں وہ بالکل سفید ہیں۔ سانپ، کیڑے مکوڑے اور دوسرے حشرات بھی سفید رنگ کے ہیں۔ غار کے آس پاس جھاڑیاں، پودے، درخت، گھاس پھونس غرض یہ کہ ہر چیز بالکل دودھیا سفید ہے۔ جب یہ مضمون اخبار میں چھپا تو لوگوں نے اسے ایک دلچسپ افسانہ سمجھا اور اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔

کپتان مرشد نے پوچھا، "کیا آپ کا ارادہ ملایا چلنے کا ہے؟ ممکن ہے یہ غار والی بات نری بکواس ہو۔"

میں نے کہا، "یہ اخبار کا تراشہ بھی کوئی پچاس سال پرانا ہے۔ ممکن ہے کہ مضمون نگار اب تک مر کھپ چکا ہو۔ پھر اس بات کی تصدیق کون کرے گا؟"

علامہ دانش نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ پھر انہوں نے بیگ سے کچھ خطوط اور کاغذ نکالے اور بولے، "بھئی میں کسی کام میں تصدیق کئے بغیر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ میں نے حکومت ملایا سے رضوان شومیر کے متعلق دریافت کیا۔ وہاں سے یہ اطلاع ملی کہ وہ تو کچھ عرصہ پہلے انتقال کر چکا ہے۔ اس کا بیٹا فریدون شومیر اب ان زمینوں کا مالک ہے۔ پھر میں نے فریدون شومیر کو خطوط لکھے اور اس سے پوچھا کہ یہ پراسرار غار اب تک موجود ہے یا ختم ہوچکا؟ اگر یہ غار موجود ہے تو اس کے قریب کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہمارا ہیلی کاپٹر اتر سکے؟"

کپتان مرشد نے پوچھا، "پھر اس خط کا کوئی جواب موصول ہوا؟"

علامہ بولے، "جی ہاں، فریدون شومیر نے لکھا ہے کہ وہ غار اب تک موجود ہے۔ اس نے غار کو خود نہیں دیکھا۔ اس کے فارم پر کام کرنے والے لوگ بھی غار کا رخ کرنے سے بچتے ہیں۔ فریدون شومیر کے گھر کے پاس ایک دریا گزرتا ہے۔ غار وہاں سے بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ہماری مہمان نوازی کرکے اسے خوشی ہوگی۔"

کپتان مرشد ہنس کر بولا، "لیجئے مسئلہ تو حل ہوگیا۔ اب کوئی دشواری باقی نہیں رہی۔"

میں نے پوچھا، "اب سفر کب شروع ہوگا؟"

علامہ بولے، "جلد ہی۔"

لیکن چھوٹے چھوٹے کام ایسے در پیش آئے کہ ہم ایک مہینے تک اس مہم پر نہ جاسکے۔ آخر ہم فریدون شو میر کے ہاں پہنچے۔ فریدون بہت ہی ملنسار اور خوش اخلاق شخص ثابت ہوا۔ وہ ہم سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ اس نے کہا، "یہ غار یہاں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے کوئی بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہنچنے کا راستہ ایک جنگل سے گزرتا ہے۔ جنگل کے بعد وہ پہاڑ ہے جہاں یہ غار ہے۔ آٹھ ہزار فیٹ کی بلندی پر چڑھنے کے بعد دودھیا سفید رنگ کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے۔ تھوڑی دور آگے جائیں تو غار نظر آنے لگتا ہے۔"

علامہ نے پوچھا،"کیا اس مہم پر آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے؟"

فری‌دون شومیر نے کہا، "مجھے ضروری کام سے شہر جانا ہے، اس لئے میں آپ کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ البتہ میرا گائڈ غار تک آپ کی رہنمائی کرے گا۔"

اگلے روز ہم غار کی تلاش میں نکلے۔ جنگل کا سفر بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ گرمی بہت شدید تھی۔ ہمارے جسم سے پسینے کی دھاریں بہنے لگیں۔ بانس کا جنگل بہت گھنا تھا۔ اس میں سے گزرتے وقت مچھروں نے یلغار کردی۔ سانپوں کی کثرت تھی، جس کی وجہ سے ہر ایک قدم احتیاط سے رکھنا پڑتا تھا۔ سب سے بڑی مصیبت جونکیں تھیں جو کپڑوں میں گھس جاتیں اور جسم سے چپک کر خون چوسنے لگتیں۔ ان سے چھٹکارا پانے کے لئے بار بار ٹھہرنا پڑتا۔

ہم نے وہاں قدرت کی گل کاریوں کا نمونہ دیکھا۔ بے شمار رنگوں کے لا تعداد پھول کھلے ہوئے تھے۔ ان پر تتلیاں منڈ لاتی تھیں۔ وہاں صراحی دار پودے بھی تھے۔ جوں ہی کوئی بھونرا یا تتلی ان پر بیٹھتی، صراحی کا ڈھکنا خود بخود بند ہو جاتا۔ صراحی دار پودا اسے ہڑپ کر جاتا۔

جنگل ختم ہوا تو پہاڑی سلسلہ شروع ہوگیا۔ چھ ہزار فٹ کی بلندی پر چڑھنے کے بعد اچھی خاصی سردی محسوس ہونے لگی۔ ایک جگہ پہنچ کر ہمارا گائڈ (راستہ دکھانے والا) ٹھہر گیا اور کپکپاتی ہوئی آواز بولا، "جناب، میں اس جگہ سے آگے نہیں جاؤں گا۔"

اس نے انگلی کے اشارے سے ہمیں راستہ بتایا اور کہا، "آپ اس راستے پر چلتے رہیں۔ وہ غار یہاں سے ایک کلو میٹر دور ہے۔ میں یہاں آپ کا انتظار کروں گا۔ اگر آپ شام تک واپس نہ لوٹے تو میں سمجھوں گا کہ آپ شیطان روحوں کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔"

مرشد جھنجلا کر بولا، "تم لوگ پڑھ لکھ کر بھی جنگلی اور جاہل ہی رہے۔"

علامہ دانش بولے، "پہاڑی پر چڑھنے کی نسبت اترنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ہم تین بجے تک واپس لوٹ آئیں گے۔"

کپتان مرشد گھڑی میں وقت دیکھ کر بولے، "ہمارے پاس کام کرنے کے لئے تین گھنٹے کے قریب وقت ہے۔"

ہم تیزی سے پہاڑی راستے پر چلنے لگے۔ آخر ہم غار تک جا پہنچے۔ غار کے آس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پاس دور دور تک سفید کاہی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ یہ کاہی ریت کی طرح نرم تھی۔ غار کے اندر سے ایک سفید رنگ کا اژدھا نکلا۔ یہ بھی سفید رنگ کا تھا۔ یہ کچھ بیمار سا معلوم دیتا تھا، اسی لئے بہت مشکل سے آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے بجائے ایک طرف ہوکر چلا گیا۔ جلد ہی ہم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مرحوم رضوان شومیر نے اپنے مضمون میں جو کچھ لکھا تھا، وہ سو فیصد ٹھیک تھا۔ ہم نے اپنی ٹارچیں روشن کیں اور غار میں داخل ہو گئے۔ غار کے اندر ہر چیز دودھیا سفید رنگ کی تھی۔ میں ایک سفید جھاڑی میں جا گھسا، آزونا نے ایک سفید رنگ کے سانپ پر پاؤں رکھ دیا۔ وہ سانپ ہس ہس کرتا ہوا ایک طرف کو چلا گیا۔ روشنی کی وجہ سے چمگادڑیں پھڑ پھڑا کر اڑنے لگیں۔ دو تین سفید چمگادڑیں علامہ دانش سے ٹکرائیں۔ غار کی دیواروں پر کہیں کہیں سفید رنگ کی گھاس تھی۔ وہاں سفید رنگ کی مکھیاں، تتلیاں اور چھپکلیاں بھی تھیں۔ علامہ نے جھک کر ایک کیڑے کو اٹھایا اور ہتھیلی پر رکھ کر دیکھنے لگے۔ سفید غبار لگنے سے ان کی ہتھیلی سفید ہوگئی تھی۔ میں نے ایک سفید پتا توڑا۔ میرا ہاتھ بھی غبار لگنے سے بالکل سفید ہوگیا تھا۔

علامہ بولے، "میرے خیال میں یہ کوئی دھات ہے۔"

میں نے پوچھا، "کون سی؟"

علامہ بولے، "یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔"

انہوں نے غار کی دیوار کو دو تین بار سونگھا اور بولے، "یہ دھات لوہے یا تانبے جیسی سخت ہے۔ ہم اس کا ایک ٹکڑا توڑ کر باہر لے چلتے ہیں تاکہ اس کا اچھی طرح معائنہ کرسکیں۔"

مرشد نے کلہاڑی مارکر ایک چھوٹا سا ٹکڑا دیوار سے توڑا۔ میں نے اسے اٹھانا چاہا۔ اللہ کی پناہ، یہ تو بہت بھاری ہے۔ میں نے علامہ سے کہا، "شاید آپ میری بات کا یقین نہ کریں گے۔ یہ ماچس کی ڈبیا کے برابر ٹکڑا تو کئی من وزنی ہے۔"

علامہ، مرشد اور آزونا نے باری باری اس ٹکڑے کو اٹھانا چاہا لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہے۔

میں نے کہا، "شاید یہ دنیا کی سب سے بھاری دھات ہے"

علامہ دانش کے منہ سے بے ساختہ نکلا، "آرچی کل دھات۔ دنیا کی وہ شے جو کئی برس سے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ تھی۔"

میں اور آزونا، دونوں ماچس کی ڈبیا کے برابر ٹکڑے کو دھکیلتے ہوئے غار سے باہر لائے۔ اس کا جو حصہ باہر کی طرف تھا وہ دودھیا سفید رنگ کا تھا لیکن تازہ کٹا ہوا حصہ گہرا گلابی، بلکہ چمکدار سرخ رنگ کا تھا۔ یہ کسی قسم کی دھات ہی تھی۔

علامہ بار بار بڑبڑاتے، "آرچی کل دھات، دنیا کی نایاب ترین چیز۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں نے غور سے علامہ کی طرف دیکھا۔ ان کا رنگ بھی دودھیا سفید ہورہا تھا۔
کپتان مرشد نے میری طرف دیکھ کر پوچھا، "تم بہت خوف زدہ اور پریشان دکھائی دیتے ہو؟"
میں نے کہا، "تم سر سے پاؤں تک بالکل سفید ہو رہے ہو۔"
کپتان مرشد مسکرا کر بولا، "بہت خوب، کیا آپ نے اپنا رنگ بھی ملاحظہ فرمایا؟"
تب میں نے غور سے اپنے ہاتھ پاؤں کو دیکھا۔ وہ بھی دودھیا سفید ہو رہے تھے۔
علامہ دانش اچانک بولے، "یہ سب اسی دھات کا اثر ہے۔ اگر ہم کچھ دیر اور یہاں ٹھہریں گے تو اس کا غبار ہمارے اوپر جم جائے گا۔"
پھر ایک عجیب بات رونما ہوئی۔ دھات کے ٹکڑے سے دھواں نکلنے لگا۔ میں نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور میری چیخ نکل گئی۔ دھات کا وہ ٹکڑا بے حد گرم ہورہا تھا۔ شاید روشنی اور حرارت کے اثر سے دھات نے آگ پکڑ لی تھی۔ چوں کہ غار کے اندر کافی ٹھنڈ تھی، شاید اس لئے وہاں دھات نہیں جلی تھی۔
مرشد نے تجویز پیش کی، "ہمیں یہاں سے فورا چل دینا چاہئے۔"
علامہ بولے، "میں اس نایاب دھات کا ٹکڑا لئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ آرچی کل، جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔"
ہم نے غار کی طرف دیکھا تو ہمیں ایک اور صدمہ ہوا۔ غار کے اندر سے دھواں نکل رہا تھا۔ دراصل وہ جگہ جہاں سے ہم نے دھات کا ٹکڑا توڑا تھا روشنی یا ہوا لگنے سے جل اٹھا تھا۔ ادھر جو ٹکڑا ہم لائے تھے اس میں بھی آگ لگ رہی تھی، اس کی چنگاری کاہی کے ڈھیر پر پڑی وہ بھی دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دور اور نزدیک ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ ہمیں جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا۔ ہم بہت دور تک بھاگتے ہی چلے گئے۔ ایک جگہ رک کر ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اللہ کی پناہ، غار سے دودھیا رنگ کی تیز روشنی نکل رہی تھی۔ جس کو دیکھنے سے آنکھیں چوندھیائی جا رہی تھیں۔ ہمارے پیچھے پگھلا ہوا لاوا بہتا چلا آرہا تھا۔ اب ایک اور مصیبت ہوئی۔ ہمارے جسموں پر جو سفید غبار لگا ہوا تھا، اس میں بھی سخت جلن ہونے لگی۔ کہیں کہیں پھنسیاں بن گئیں۔
ہم گرتے پڑتے پہاڑی سے نیچے اترے اور بہت مشکل سے فریدون کے بنگلے تک پہنچے۔ علامہ دانش نے بہت رنج اور افسوس سے کہا، "دوست، مثل مشہور ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ میں نے نادانی، بلکہ لا علمی سے تمہیں زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ آرچی کل دنیا کی سب سے مہنگی اور نایاب دھات صرف میری وجہ سے ناپید ہوگئی۔"
فریدون شومیر نے کہا، "جب تک آپ واپس اپنے ملک نہ پہنچ جائیں، اس بات کا تزکرہ کسی سے نہ کیجئے گا۔ ورنہ ممکن ہے کہ حکومت کے اہل کار آپ کو تنگ کریں۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اگلے دن اخبارات میں ایک آتش فشاں کے پھٹنے کی خبر چھپی۔ اس کے کچھ دن بعد ہم نے قاہرہ کے اخبارات میں ایک مضمون چھپنے کے لئے دیا، جس کا عنوان تھا:
آرچی کل____ وہ دھات جو اب ناپید ہو چکی ہے۔
سنا ہے ہمارے بعد وہاں کئی پارٹیاں "آرچی کل" کی تلاش میں گئیں اور ناکام و نامراد واپس لوٹیں۔ شاید پتھروں کے ڈھیر تلے اب تک آرچی کل کا کچھ ذخیرہ باقی ہو لیکن اس کے لئے اب کون اپنی جان جوکھوں میں ڈالے!

***

ماہنامہ ہمدرد نونہال، اگست ۱۹۸۷ ء سے لیا گیا۔

urdukutabkhanapk.blogspot.com

چمکنے والے پھول

معراج

علامہ دانش سے بہت دنوں تک ملاقات نہیں ہوئی۔ ہم ان سے ملنے اور کوئی نیا معرکہ سرانجام دینے کے لئے بے تاب تھے۔ علامہ کے پاس نت نئی خبروں کا ذخیرہ رہتا تھا، لیکن وہ کسی مہم پر جانے سے پہلے اس خبر کے متعلق پوری تحقیق کرکے معلومات ضرور حاصل کیا کرتے ۔ آخر ایک دن علامہ ہمارے دفتر میں پہنچے۔ ہم نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ علامہ نے اپنا بیگ کھول کر ایک اخبار کا تراشہ نکالا اور بولے، "برما کے شمال مشرقی حصے میں جنگل کے اندر ایک جھیل ہے، جس کے درمیان ایک ٹاپو ہے۔ اس جزیرے میں ایسے پھول کھلتے ہیں، جن کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ پھول رات کے وقت چمکتے ہیں اور ان سے اچھی خاصی روشنی خارج ہوتی ہے۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کپتان مرشد نے مسکرا کر کہا، "آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم نے تو کبھی نہیں سنا کہ پھولوں سے روشنی نکلتی ہو۔"

علامہ سنجیدگی سے بولے، "شروع میں تو مجھے بھی اس بات پر یقین نہیں آیا۔ میں نے حکومت برما سے خط و کتابت کی۔ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے۔" علامہ یہ کہہ کر خاموش ہوگئے اور کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ پھر بولے، "رات کے وقت جگنو کو چمکتے ہوئے آپ نے دیکھا ہے۔ کچھ مچھلیاں بھی چمکنے کی خاصیت رکھتی ہیں۔ بعض پودے ایسی گیسیں خارج کرتے ہیں، جو ہوا میں ملنے سے چمک پیدا کرتی ہیں۔ بعض سبزیوں میں فاسفورس کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ جب وہ سبزیاں گلتی سڑتی ہیں تو ایسی گیسیں خارج کرتی ہیں، جن میں فاسفورس کی کچھ مقدار ہوتی ہے۔ یہ فاسفورس ہوا میں جلتا ہے تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔"

میں نے کہا، "کیا اس قسم کی روشنی کے لئے فاسفورس کی موجودگی ضروری ہے؟"

علامہ سر ہلا کر بولے، "بالکل صحیح، دراصل فاسفورس کے معنی ہیں، 'میں چمکتا ہوں'۔ ایسی روشنی کے لئے فاسفورس کی موجودگی یقینی بات ہے۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ پودے فاسفورس کی گیس خارج کرتے ہیں یا پھر ان کے پھولوں میں فاسفورس کی مقدار موجود ہے۔

آزونا قہوہ لے آیا، ہم قہوہ پینے میں مصروف ہو گئے۔

اگلے ہفتے ہم برما پہنچے۔ برما کے جنگلوں میں بہت سی جھیلیں ہیں۔ ان میں صحیح جھیل کا تلاش کرنا بےحد دشوار ثابت ہوا۔ وہاں کے لوگ بےحد وہمی اور ڈرپوک نکلے۔ انہوں نے اس سلسلے میں ہماری کوئی مدد نہیں کی۔ جب ہم جھیل کے نزدیک پہنچتے تو لوگوں کی زبان گنگ ہوجاتی۔ وہ ہمیں کچھ بتانے سے بچتے اور ڈرے سہمے ہوئے رہتے۔ جب ہم جھیل سے بہت دور نکل جاتے تو ہمیں جھیل کے بارے میں سنی سنائی باتیں بتاتے۔ ہم بہت دقت اور دشواری کے بعد اس جھیل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جھیل کے آس پاس دور دور تک کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ وہاں مکانات تو موجود تھے، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہاں لوگ آباد تھے لیکن جب پھولوں سے روشنی نکلنے لگی تو وہ اسے روحوں کا کارنامہ سمجھ کر خوف زدہ ہو گئے اور وہاں سے بھاگ گئے۔

جھیل کے درمیان ایک ٹاپو تھا۔ اس میں ایک ٹوٹا پھوٹا مندر تھا۔ شاید یہاں بھی خوب چہل پہل رہتی ہوگی لیکن اب ویرانی کا دور دورہ تھا۔

ہم نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر جہاز کو جھیل میں اتارا۔ میں جھیل کی خوبصورتی کو کیسے بیان کروں۔ نیلگوں پانی میں ابھرا ہوا جزیرہ انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑا ہوا نظر آتا تھا۔ جزیرے میں سبزہ بہت تھا۔ طرح طرح کے پھولدار پودے تھے۔ ناریل کے درخت جھرمٹ کی شکل میں جگہ جگہ تھے۔ شاید آپ اس منظر کو بہت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خوبصورت اور دلکش سمجھتے ہوں گے۔ ذرا مجھ سے پوچھ کر دیکھئے تو میں بتاؤں کہ اس خوبصورتی کے ساتھ مچھروں کی کثرت، خون چوسنے والی جونکیں، زہریلی مکڑیاں اور خوف ناک سانپوں کے علاوہ بے شمار کیڑے مکوڑے بھی تھے۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا تھا، لیکن ہم تحقیق کے شوق میں نکلے تھے۔ ہمیں اپنی جان کی کوئی فکر اور پروا نہیں۔

مرشد نے کہا، "مجھے تو یہاں وہ پھول نظر نہیں آئے۔"

علامہ بولے، "یہ پھول رات کو چمکتے ہیں، اس لئے دن میں نظر نہیں آتے۔"

میں نے اکتا کر کہا، "میں بہت تھک گیا ہوں، میں جہاز پر واپس جاکر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

آزونا اور مرشد نے بھی میری بات کی تائید کی۔ ہم سب جہاز پر واپس پہنچے۔ ہم نے چائے پی۔ کچھ دیر آرام کیا پھر رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ آزونا کھانا لے آیا۔ ہم سب کھا پی کر فارغ ہوئے۔ علامہ اپنی کوئی داستان دھرانے لگے۔ اس دلچسپ گفتگو میں خاصی رات بیت گئی۔

علامہ دانش بولے، "پھولوں کی روشنی دیکھنے کے لئے یہ وقت بہت اچھا ہے۔"

کپتان مرشد نے کہا، "معاف کیجئے گا۔ شاید آپ بھول گئے ہیں کہ یہ جنگل جہاں دن کے وقت خاموشی طاری رہتی ہے، رات کے وقت کچھ قسم کے جانور ، سانپ، چھپکلیاں اور دوسرے حشرات (کیڑے مکوڑے) کھانے پینے کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں۔ مجھے رات کی تاریکی میں جنگل کی سیر کرنے کا شوق نہیں۔"

میں نے بھی کپتان مرشد کی تائید کی اور کہا، "ممکن ہے کوئی اس اندھیرے میں سانپ یا بچھو پر پاؤں رکھ دے یا کہیں سے کوئی تیندوا نکل آئے۔ ان دریاؤں میں مگرمچھ بھی پائے جاتے ہیں۔"

علامہ فکر مند ہو کر بولے، "پھر کیا کیا جائے؟ تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔"

کپتان مرشد نے کہا، "اس وقت تو سب لوگ سوجائیں۔ دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے ہم جزیرے پر چلیں گے۔ ایک گھنٹے میں ہم کافی گھوم پھر لیں گے۔ اس کے بعد سورج نکل آئے گا تو ہم اپنا کام ختم کرکے واپس لوٹیں گے۔"

سب نے اس بات کو پسند کیا۔ ہم سب سوگئے۔ صبح ہونے سے ٹھیک ایک گھنٹے پہلے الارم بجنے لگا۔ ہم سب اس مہم پر چل دئیے۔ سب سے آگے کپتان مرشد تھا۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ اس کے پیچھے ہم سب تھے۔ ہر ایک کے پاس ضروری سامان تھا۔ راستے میں کوئی خاص بات پیش نہیں آئی۔ چوہے اور دوسرے جنگلی جانور ہمارے قدموں کی چاپ سن کر جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ آخر ہم اس ویران مندر تک جا پہنچے۔ اچانک کپتان مرشد ٹھہر گیا اور غور سے مندر کی طرف دیکھنے لگا۔ کوئی بات ضرور تھی جو اس کی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ ہم نے بھی مندر کی طرف دیکھا۔ وہاں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عجیب ہی منظر تھا۔ مندر عجیب سی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ یہ پراسرار روشنی کنول کے ان پھولوں سے نکل رہی تھی، جو مندر کے آس پاس اگے ہوئے تھے۔
یہ پھول بھی انوکھے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ پھول شفاف کاغذ کے بنے ہوئے ہوں اور ان کے اندر دور کہیں بلب روشن ہو۔ جن سے نیلی پیلی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔ ان پھولوں کی ہر پتی سے روشنی خارج ہو رہی تھی۔ ان کی ٹہنیاں اور ڈنٹھل نظر نہیں آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ پھول ہوا میں تیر رہے ہوں۔
علامہ دانش نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے منہ سے خوشی کی آواز نکلی۔ وہ دوڑتے ہوئے پھولوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پھولوں کو پکڑا اور انہیں غور سے دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے پھولوں کو سونگھا۔ اچانک وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹے۔ پھولوں سے عجیب طرح کی بدبو نکل رہی تھی۔ یہ سڑے ہوئے انڈوں کی طرح تھی، بلکہ اس سے بھی زیادہ بری۔ اس بدبو سے مجھے متلی ہونے لگی۔ ایسی بدبو مردم خور پودوں اور صراحی دار پودوں سے آتی ہے۔
جونہی علامہ دانش کی طبیعت ٹھیک ہوئی وہ پھر ان پھولوں کے پاس جا پہنچے اور ان کا مطالعہ کرنے لگے۔ میں، آزونا اور مرشد تو دور دور سے ہی ان پھولوں کا نظارا کرتے رہے۔ ہم پھولوں کے پاس جاکر کیا کرتے؟ کچھ دیر بعد اس روشنی کو دیکھ دیکھ کر طبیعت اکتا گئی۔ بدبو کی وجہ سے مجھے متلی ہونے لگی، لیکن علامہ کے ذوق و شوق کا وہی عالم تھا۔ وہ اس اہم دریافت پر کوئی تقریر فرما رہے تھے۔ انہوں نے ایک پھول توڑا، اس کی روشنی اچانک جاتی رہی۔ انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں پھول کا معائنہ کیا۔ اس کی پتیاں گندے اور ردی کاغذ جیسی تھیں۔ علامہ نے نفرت سے کہا، "اس پودے کے چپچپے عرق سے میرے ہاتھ خراب ہو گئے ہیں۔ آزونا ذرا پانی لاؤ تاکہ میں اپنے ہاتھ دھو سکوں۔"
ہم نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ علامہ کے ہاتھوں پر گاڑھا، سرخ اور چپچپا عرق لگا ہوا تھا۔ میں تو یہ سمجھا کہ علامہ کا ہاتھ زخمی ہوگیا ہے۔ علامہ بھی یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے جلدی جلدی گھاس اور پتوں سے یہ عرق پوچھا اور ہاتھوں کو صاف کیا۔
کپتان مرشد نے تجویز پیش کی کہ ہمیں جو دیکھنا تھا وہ دیکھ لیا، اب ہمیں واپس جہاز پر جانا چاہئے۔ سورج نکلنے کے بعد ہم دوبارہ یہاں آ جائیں گے۔
علامہ دانش بولے، "میں خالی ہاتھ واپس جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کچھ پودے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ پھولوں کے چمکنے کا راز پودے کی جڑوں میں پوشیدہ ہے۔"
علامہ دانش کی بات ہمیں ٹھیک معلوم دی۔ ہم نے چاقو سے زمین کھودنی شروع کی، لیکن پودوں کی جڑیں تو بہت گہری تھیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اب اچھا خاصا اجالا ہوگیا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ پھولوں کی چمک بھی ماند پڑتی جا رہی تھی۔ علامہ دانش بہت غور سے اس تبدیلی کو دیکھ رہے تھے۔ جوں ہی سورج نکلا، پھول مرجھا گئے کچھ پھول تو جھڑ کر گر پڑے۔

آزونا جہاز سے بیلچہ اور کدال لے آیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس لوٹا اور زمین کھودنے لگا۔ وہ بہت دیر تک کھدائی کرتا رہا لیکن ان پودوں کی جڑیں بہت گہرائی تک چلی گئی تھیں۔

ہم اس صورتحال سے تنگ آچکے تھے۔ آزونا نے پوری قوت سے زمین میں بیلچہ مارا اور مٹی کی کافی مقدار نکال کر باہر پھینکی۔ یہ ٹھیک ہمارے قدموں کے پاس گری۔ جوں ہی یہ مٹی زمین پر گری، اس میں حرکت ہونے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے مٹی میں جان پڑ گئی ہو۔ ہم نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ بےشمار کیڑے ہیں، سرخی مائل بھورے رنگ کے۔ نہ جانے ان میں کس غضب کی طاقت تھی۔ یہ اپنے بدن کو سکیڑ کر ہوا میں چھلانگ لگاتے اورپانچ چھ فیٹ تک اچھلتے۔ ایک کیڑے نے کپتان مرشد کو کاٹ لیا۔ ایک قدر شناس کیڑا علامہ کی ناک سے چپک گیا۔ وہ چیخ مارکر دوڑے لیکن تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ علامہ اسی کیڑے کو ہاتھ میں پکڑے اس کا معائنہ فرمارہے تھے۔ ادھر آزونا نے ایک زوردار چیخ ماری۔ میں نے اسے کھینچ کر گڑھے سے باہر نکالا۔ اس کے پیچھے پیچھے سینکڑوں، ہزاروں کیڑوں کا ایک چشمہ بہتا ہوا چلا آرہا تھا۔ ہم پوری تیز رفتاری سے دوڑے۔ علامہ ابھی تک کیڑوں کے اس سیلاب کا مشاہدہ کررہے تھے۔ کپتان مرشد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا، "دوڑئیے اپنی جان کو بچانے کے لئے دوڑئیے۔ ورنہ یہ کیڑے ہمیں چٹ کرجائیں گے۔"

علامہ اور مرشد بھی ہمارے پیچھے پیچھے تیز رفتاری سے دوڑنے لگے۔ ہم نے پیچھے مڑکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کیڑوں کی فوج بھی اسی تیز رفتاری سے ہمارے پیچھے چلی آرہی تھی۔ یہ دیکھ کر ہمارے اوسان خطا ہوگئے۔ ہم پھر اندھا دھند بھاگنے لگے۔ ذرا غور فرمائیے۔ ہم کس چیز سے ڈر کر بھاگ رہے تھے۔ وہ نہ خونخوار جانور تھا نہ دشمن کی فوج۔ یہ تو حقیر اور بے حقیقت کیڑے تھے۔

جب ہم پانی کے پاس پہنچے تو ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جلدی سے جہاز پر سوار ہوگئے۔ کپتان مرشد نے جہاز کا انجن چلایا اور اسے کنارے سے کافی دور لے گیا۔ ہم نے دیکھا کہ کیڑوں کی فوج پانی کے پاس جاکر ٹھہر گئی۔ کچھ دیر بعد دور دور تک کیڑے ہی کیڑے نظر آنے لگے۔

کپتان مرشد نے کہا، "علامہ صاحب، اب آپ ان پودوں کی جڑیں حاصل نہ کرسکیں گے۔"

علامہ افسوس سے بولے، "شاید تم ٹھیک ہی کہتے۔ ان لاتعداد کیڑوں سے نمٹنا ہمارے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لئے مشکل، بلکہ ناممکن ہے۔"

٥م برما کے دارالحکومت رنگون گئے۔ وہاں ایک سرکاری افسر نے ہمیں بتایا کہ بہت عرصے پہلے یہ جزیرہ آباد تھا۔ پھر نہ جانے کہاں سے بہت سے مگرمچھ ادھر آگئے اور جزیرے کے لوگوں کو ہڑپ کرنے لگے۔ ایک پجاری نے مگرمچھوں کو پکڑنے کے لئے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس میں ایک بیل باندھ دیا۔ مگرمچھ اس گڑھے میں اترنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ گڑھا ان مکروہ صورت جانوروں سے بھر گیا۔ پجاری نے باہر نکلنے کا راستہ بند کردیا۔ وہ مگرمچھ گڑھے میں پھنس کر رہ گئے اور کچھ دن بعد وہیں مر کھپ گئے۔ ان کے مردہ جسموں سے سڑاند پھوٹنے لگی۔ لوگ اس بدبو سے گھبرا گئے اور جزیرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے کچھ عرصے بعد لوگوں میں یہ بعد مشہور ہوگئی کہ جزیرے میں روحیں رہتی ہیں۔

٥م اس مہم سے ناکام لوٹے۔ راستے میں علامہ دانش نے بتایا، "ان مگرمچھوں کے جسم گل سڑ کر کھاد بن گئے۔ اس میں فاسفورس کی بہت مقدار شامل تھی۔ یہی فاسفورس پھولوں میں چمکتا تھا۔ گلنے سڑنے کے عمل سے یہ لا تعداد کیڑے بھی پیدا ہوگئے۔"

میں نے کہا ، "مردہ مگرمچھوں، ان کیڑوں اور پھولوں میں کیا تعلق تھا؟ یہ بات میری سمجھ میں تو آئی نہیں اور وہ کنول کے پھول ٹوٹ تے ہی کیوں مرجھا جاتے تھے؟"

علامہ مسکرا کر بولے، "یہ معمّا تو ابھی تک میں بھی حل نہیں کرسکا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور سائنس دان اس راز کو حل کر لے۔"

***

ماہنامہ ہمدرد نونہال، اکتوبر ۱۹۸۷ ء سے لیا گیا۔

urdukutabkhanapk.blogspot.com

خزانے کی تلاش

معراج

علامہ دانش نے قہوے کی چسکی لے کر سوال کیا، "آپ میں سے کوئی صاحب خزانے کی تلاش میں دلچسپی رکھتا ہے؟"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کپتان مرشد نے کہا، "میں ایسی مہموں میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔"
علامہ دانش نے کہا، "میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس لئے؟"
مرشد نے کہا، "وہ اس لئے کہ اول تو خزانے کی تلاش بہت جان جوکھوں کا کام ہے۔ عموما خزانہ ایسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں کسی کی رسائی نہ ہو۔ اگر کوئی خزانے تک پہنچ بھی جائے تو واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ کچھ نہ کچھ ایسی بات ہوجاتی ہے کہ تمام کوشش اور محنت و مشقت پر پانی پھر جاتا ہے۔"
میں نے کہا، "علامہ صاحب، آپ سائنس کے تجربات اور نت نئی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ کو خزانے کا خیال کیسے آگیا؟"
علامہ ہنس کر بولے، "میں بھی ایسے خزانے کا ذکر کر رہا ہوں جو بہت ہی قیمتی اور نایاب ہے۔ میرا مطلب ہے کہ پرانے قلمی نسخے، مٹی اور کانسی کے برتن، ہاتھی دانت سے بنے ہوئے بت، یہ سب چیزیں سینکڑوں سال پرانی ہیں۔ آپ ان چیزوں کی قیمت سونے چاندی سے نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ سونا چاندی زمین سے نکلتا ہے لیکن اگر یہ چیزیں ضائع ہوجائیں تو پھر دوبارہ نہیں بن سکتیں۔"
مرشد نے پوچھا، "یہ تاریخی خزانہ کہاں موجود ہے؟"
علامہ نے کہا، "جنوبی برما میں ہے۔ آج کل وہاں باغی فوج کا قبضہ ہے۔"
مرشد قہقہہ لگا کر بولا، "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ لوگوں کو خزانہ گاڑنے کے لئے ایسی ہی جگہ موزوں نظر آتی ہے جہاں کوئی نہ پہنچ سکے۔"
علامہ گھڑی دیکھ کر بولے، "ابھی ذرا دیر میں ہمارے ایک دوست آنے والے ہیں۔"
عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور آزونا ایک شخص کو ساتھ لے کر اندر آیا۔ آنے والا ایک برمی شخص تھا۔ یہ مغربی طرز کا لباس یعنی کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھا۔
علامہ دانش نے تعارف کرواتے ہوئے کہا، "آپ ہیں مسٹر وان لنگ، اس تاریخی خزانے کے مالک۔"
سب لوگ مسٹر وان لنگ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس نے باری باری سب سے ہاتھ ملایا۔ پھر وہ میرے قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ علامہ دانش بولے، "اب مسٹر وان لنگ سے خزانے کے متعلق تفصیل سنئے۔"
وان لنگ نے سگریٹ سلگایا اور کہا، "میں شولنگ خاندان کا فرد ہوں۔ میرا خاندان اپنے علم و فضل کی وجہ سے مشہور تھا۔ میں شہر پارومی میں رہتا ہوں۔ عرصہ گزرا ہم لوگ بے حد امیر تھے لیکن رفتہ رفتہ ہماری سب جائداد بکتی چلی گئی۔ آخر ہمارے پاس صرف ایک مندر کچھ زمین اور وہ قدیم خزانہ رہ گیا۔ یہ خزانہ یعنی کتابیں، تصویریں، مجسمے، برتن اور اسی طرح کی پرانی چیزیں کئی سو سال پرانی ہیں۔ یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

چیزیں ہمارے ملک کی پرانی تہذیب اور کاریگری کا نمونہ ہیں۔ جب ہمارے علاقے پر باغیوں نے حملہ کردیا تو میرے والد نے ہر چیز کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر ایک صندوق میں بند کردیا۔ ہم دونوں نے مل کر باغیچے میں ایک گڑھا کھودا اور صندوق دفن کردیا۔ ہمارے علاقے پر باغیوں نے قبضہ کرلیا اور ہمیں وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ ان لوگوں نے ہمارے مکان کو ڈھا دیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ مجھے یقین ہے کہ خزانہ ابھی تک اسی جگہ دفن ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اس خزانے کو وہاں سے نکال کر کسی عجائب گھر کو تحفے میں دے دوں تاکہ دنیا بھر کے لوگ اسے دیکھیں اور میرے ملک کی تہذیب و تمدن کو دیکھ سکیں۔"

مرشد نے کہا، "آج کل وہاں جانا بےحد مشکل بلکہ ناممکن ہے۔"

وان لنگ نے کہا، "جی بے شک، لیکن ہوائی پرواز کے ذریعے سے خزانہ حاصل کرلینے کی کچھ امید ہے۔"

مرشد بولا، "میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ کیا آپ کے گھر کے آس پاس کوئی جگہ ایسی ہے جہاں طیارہ اتارا جاسکے؟"

وان لنگ بولا، "جی ہاں، میرے گھر کے پاس دور دور تک زمین ہموار ہے۔ بہت دن گزرے وہاں کے درخت کاٹ دئیے گئے تھے۔"

میں نے پوچھا، "وہاں کے لوگ آپ سے دوستانہ طریقے سے پیش آئیں گے یا دشمنوں کی طرح؟"

وان لنگ نے کہا، "وہاں کے پرانے لوگ تو ہمارے دوست اور خیر خواہ تھے۔ جو لوگ اب نئے نئے آئے ہیں ان کے متعلق میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ احتیاطا فرض کر لیجئے کہ وہاں کا ہر شخص ہمارا دشمن ہے۔"

علامہ بولے، "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

کپتان مرشد نے کہا، "ہمیں اصل خطرہ زمین پر اترنے کے بعد ہے۔ ہم اوپر سے جائزہ لیں گے، اگر علاقہ ویران اور غیر آباد نظر آیا تو ہم نیچے اتر کر خزانہ تلاش کریں گے۔ اگر وہاں لوگ نظر آئے تو واپس لوٹ آئیں گے۔"

علامہ نے ایک نقشہ میز پر پھیلا دیا اور بولے، "کیا آپ اپنے علاقے کی نشان دہی کرسکتے ہیں؟"

وان لنگ نے فورا ایک جگہ انگلی رکھ دی اور بولا۔"یہ برما روڈ ہے۔ یہ دریائے اراوتی اور یہ رہا ہمارا گاؤں پرومی۔"

اگلے جمعہ کی بات ہے۔ ہم برما روڈ کے ساتھ اڑے چلے جارہے تھے۔ ہم سات گھنٹے کے لمبے سفر کے بعد اپنی منزل کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس وقت سورج طلوع ہورہا تھا۔ اس کی سنہری کرنوں سے ہر چیز جگمگا رہی تھی۔ وان لنگ اپنے کیبن (کمرے)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے باہر نکلا۔ وہ اب برمی لباس پہنے ہوئے تھا۔ ہم اسے دیکھ کر حیران ہوئے۔ وہ بولا، "میں نے برمی لباس اس لئے پہنا ہے کہ میں وہاں کے لوگوں کو بتا سکوں کہ میں بھی ان کا بھائی بندہ ہوں۔"

جہاز کی بلندی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ ہم زمین کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔ زیادہ تر زمین ہموار تھی۔ کہیں کہیں مکانات نظر آرہے تھے۔ جہاز نے ایک چکر کاٹا اور ایک وسیع میدان میں اتر گیا۔ علاقے کی ویرانی عجیب افسوس ناک منظر پیش کررہی تھی۔ وان لنگ علاقے کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا، "بالکل صحیح، اب میں سمجھ گیا ہوں کہ ہم کہاں اترے ہیں۔ دریا نے شاید اپنا راستہ تبدیل کرلیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ہمارے باغ کے درختوں کو بھی بہا کر لے گیا ہے۔"

وہ پتھروں کے ایک ڈھیر کی طرف اشارہ کرکے بولا، "وہ رہا میرا مکان۔"

غم کی شدت سے اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ بولا، "آہ ظالموں نے سب کچھ تباہ کردیا۔ نہ گھر کا نشان چھوڑا، نہ مندر کا۔"

پھر وہ ہماری طرف مڑکر بولا، "وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ لوگ کدالیں اور بیلچے ساتھ لے آئیے۔"

مرشد بولا، "دوستو! میں طیارے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ جانے کب کیا حادثہ پیش آجائے۔"

ہم خزانے کی تلاش میں چلے۔ ہمارے پاس بندوقیں تھیں، آزونا نے بیلچہ اور کدال اٹھا رکھی تھی۔ آگے آگے وان لنگ چل رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ ٹھہر گیا۔ اس نے اشارے سے بتایا، "یہی وہ جگہ ہے۔"

ہم سب زور شور سے کھدائی کرنے لگے۔ اچانک ہمیں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ کچھ دیر بعد ہمارے سامنے ایک برمی نمودار ہوا۔ اس نے پہلے تو ہمیں غور سے دیکھا۔ پھر شاید اسے کچھ شبہ ہوا۔ اس نے ہوا میں فائر کیا اور تیز لہجے میں کچھ چلاتا ہوا ایک طرف کو بھاگ نکلا۔

میں نے پوچھا، "وہ کیا کہتا تھا؟"

وان لنگ بولا، "اس کا مطلب تھا کہ مقابلے کے لئے تیار رہو۔"

شاید مرشد نے بھی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ اس نے جہاز اسٹارٹ کردیا تھا۔ سب لوگ تیزی سے کھدائی کررہے تھے۔ آخر کچھ دیر کے بعد ایک صندوقچہ برآمد ہوا۔

وان لنگ خوشی سے چینخا، "یہی ہے، یہی ہے۔"

ہم نے صندوقچے کے چاروں طرف سے مٹی ہٹائی اور اسے باہر نکالا۔ ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ اچانک شور سنائی دیا اور بہت سے برمی ایک ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہوئے۔ ان میں سے کسی نے فائر بھی جھونک دیا۔ گولی ایک پتھر سے ٹکرائی۔ دشمنوں نے تین طرف سے ہم پر حملہ کیا۔ ہم جلدی سے زمین پر لیٹ گئے اور گولیاں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سنسناتی ہوئی ہمارے سروں سے گزرنے لگیں۔ ایسے وقت میں اللہ بہت یاد آتا ہے۔ ہم سب دعائیں مانگنے میں مصروف تھے۔ ہمارا دوست وان لنگ بھی کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ عین اس وقت جب ہم سمجھ رہے تھے کہ دشمن غالب آجائے گا، جہاز سے دشمن پر گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ مرشد مشین گن گھما گھما کر چاروں طرف فائر کر رہا تھا۔ دشمن تتر بتر ہوگئے اور آہستہ آہستہ ان کا زور ٹوٹنے لگا۔

اب ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ شمال مشرق کی طرف سے ایک کالی گھٹا اٹھی اور تیزی سے آسمان پر چھانے لگی۔ ہم بہت خوف ذدہ ہوئے، کیونکہ اندھیرا ہونے سے آس پاس کا علاقہ نظر نہیں آسکے گا اور دشمن کو موقع مل جائے گا کہ وہ ہم پر بھرپور حملہ کرکے جہاز پر قبضہ کر لے۔

ادھر سب لوگ ایک طرف اکٹھے ہوگئے۔ ہر کوئی آسمان کو دیکھ دیکھ کر زور زور سے چلا رہا تھا۔

علامہ دانش بولے، "میرا خیال ہے کہ یہ گھٹا انہیں بھاری نقصان پہنچاتی ہوگی۔"

ہم نے مل کر صندوق کو اٹھایا اور جہاز کی طرف بھاگے۔ مرشد نے ہمیں دیکھ کر فائرنگ بند کردی تھی۔ صندوق بہت بھاری تھا۔ جوں ہی ہم نے صندوق جہاز پر لادا ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ ہم بھی بڑی مشکل سے جہاز میں سوار ہو پائے۔ مرشد نے جہاز کا دروازہ بند کردیا۔ اس کے ساتھ ہی طوفان آگیا۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اور جہاز پر گولیوں کی بوچھاڑ سی ہونے لگی۔ ہمارے تو دل دہل گئے۔ ایسی خطرناک صورتحال سے پہلے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔

مرشد نے بہت غور سے دیکھا، تب اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ گولیوں کی بوچھاڑ نہیں تھی اور نہ ہی یہ اولے گررہے تھے، یہ تو ٹڈی دل کی یلغار تھی۔ سامنے کے شیشے پر ٹڈیوں کے گچھے کے گچھے جمع ہوگئے اور باہر کا منظر نظر آنا بند ہوگیا۔ مرشد کا رنگ ذرد پڑ گیا۔ اس نے زور سے کہا، "دوستو آپ سب میری کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ میں اندھا دھند پرواز کرنے والا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ٹڈیوں کے دل میں پھنس کر جہاز کے پنکھے حرکت نہ کرسکیں اور یہ بھی ممکن ہے ہم اس مصیبت سے نکل جائیں۔"

اچانک کپتان مرشد نے ایک پہیا گھمایا۔ جہاز کے پنکھے تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ اتنا زبردست شور ہوا کہ ہمارے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ آہستہ آہستہ جہاز اوپر اٹھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی شور بھی بڑھتا چلا گیا۔ ہم نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسی ہوئی تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ابھی ذرا دیر میں ہر چیز تہس نہس ہو کر رہ جائے گی۔ اچانک شور ختم ہوگیا۔ جہاز کے اندر تیز روشنی پھیل گئی۔ ہم ٹڈی کے دل سے اوپر نکل چکے تھے۔

ہمارے نیچے دور دور تک زمین بالکل سیاہ نظر آرہی تھی۔ مرشد نے مسکرا کر کہا،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"میں نے سنا ہے کہ ٹڈیاں ہر چیز کا صفایا کردیتی ہیں۔" پھر ہنس کر بولا، "ذرا ان نالائقوں کا تصور کیجئے جنہیں ٹڈیاں چٹ کرچکی ہوں گی۔"
علامہ ناراض ہوکر بولے، "تم اپنی خیر مناؤ کہ سلامتی سے باہر نکل آئے۔ تم نے سنا نہیں کہ دشمن کے مرنے پر خوشی نہ کرو، کیونکہ کسی دن تمہارا دوست بھر مرجائے گا۔ لیکن ٹھہرو میں تمہیں ترکی کا شعر سناتا ہوں۔"
اس کے بعد علامہ شعر سنا سنا کر مرشد کو بور کرتے رہے۔ میں چادر اوڑھ کر سو گیا۔ یہاں تک کہ ہم استنبول پہنچ گئے۔
علامہ نے وان لنگ سے کہا، "دیکھو برخوردار تمہارا خزانہ یہاں رکھا جائے گا۔ جب تمہارے ملک میں امن برقرار ہوجائے اس وقت تم اس امانت کو اپنے وطن لے جانا۔"
وہ تاریخی چیزیں کچھ عرصے پہلے تک "توپ کاپی" عجائب گھر میں محفوظ تھیں۔

***

ماہنامہ ہمدرد نونہال، مارچ ۱۹۸۸ ء سے لیا گیا۔

urdukutabkhanapk.blogspot.com